سالانہ قیمت ۔ تین روپیہ آٹھ آنہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشاں

[illegible]

[illegible]

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔

جلد ۵۰ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ۸ دسمبر ۱۹۲۲ء | نمبر ۴۹

دختِ رز یا شراب

[illegible]

رباعیات شور

[illegible]

[illegible]

غزل

[illegible]

ذرا تو شاد میں بیٹھے ہیں ہم آمادۂ گریہ
برستی ہو جو ساون کی گھٹا کچھ ایسا گھر سے
نصیحت ہے یہ سب بیکار مجھ سے ہاتھ اٹھا ناصح
جنونِ عشق عیسیٰ جا نہیں سکتا سر سے
تپ تجلی دیکھئے اس جلوہ کو درد دل وغم اپنا
نہیں محروم کوئی جو سائل آ کے در سے
بکس کے دل میں نگہیں کی اُلفت دل میں ہو تاب
مقابل ہوں ذرا دیکھے داغ سینہ کے تجلی تیرے

مسیحیت کیا ہے؟

پچھلے ہفتہ میں نے اکتوبر کی پچھلی تاریخ اور نومبر کی دوسری تاریخ کے نور افشاں میں اُس مضمون کو پڑھا جس کا مدعا یہ تھا کہ ہمیں انجیلی یسوع مسیح اور انجیلی مسیحیت درکار ہے۔ دو سوال میرے سامنے آئے کہ ہمیں کیا یسوع مسیح اور کونسی مسیحیت درکار ہے۔ پہلے سوال کے متعلق میں نے چند خیالات پیش کئے اور میری منشا یہ تھی کہ اس کے بعد دوسرے سوال پر بھی کچھ لکھوں۔ لیکن جب اس پر سوچنے لگا تو اس سے ایک اور سوال پیدا ہوا یعنے یہ کہ مسیحیت کیا ہے؟ اور یہ بڑا اور ضروری سوال ہی ہے۔ اگر اس کا جواب دیا جائے تو یہ بھی ہم کو معلوم ہو جائیگا کہ ہمیں کونسی مسیحیت درکار ہے اور آج کل اس سوال کا صحیح جواب دینا ایک نہایت ضروری بات ہے۔ کیونکہ مسیحیت یہاں پر ایک نئی شے ہے جس سے لوگ بخوبی واقف نہیں اور گو وہ مسیحیت ایشیا میں شروع ہوئی تو بھی چونکہ ہم پچھلے مغرب کے لوگ اس کو ہندوستان میں لائے اور اب بھی لا رہے ہیں اور بعض ایسی مسیحیت بھی لا رہے ہیں یا دکھا رہے ہیں جو فی الحقیقت مسیحیت نہیں بلکہ مسیحیت کی ایک بگڑی ہوئی صورت ہے۔

دنیا میں کوئی شے نہیں جس کی نقل آدمی نہیں بناتا جعلی نقلیں موجود ہیں۔ جھوٹے نبی اور جھوٹے مسیحی بھی برپا ہوئے۔ بلکہ لکھا ہے شیطان بھی اپنے آپ کو نورانی فرشتے کا ہمشکل بنا لیتا ہے۔ پس تعجب کی بات نہیں کہ جھوٹی مسیحیت اور جھوٹے مسیحی دنیا میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اس لئے چاہئے کہ ہم ہوشیار رہیں اور ہر ایک شے کو جو مسیحیت کا دعویٰ کرتی ہے مسیحیت نہ سمجھیں۔ بلکہ بخوبی اس بات کو دریافت کریں کہ اصلی اور حقیقی مسیحیت کیا ہے اور کن کن خاصیتوں اور نشانات سے اسے پہچان سکتے ہیں۔

اب مسیحیت ایسی شے نہیں جس کی حقیقت ہم معلوم نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی دین ہنود کی بابت پوچھے کہ وہ کیا ہے تو جواب دینا نہایت مشکل ہوگا۔ ایک آدمی کچھ کہیگا اور دوسرا کچھ۔ چند سال ہوئے کہ مدراس کے ایک ہندو عالم نے ہندوستان کے بہت سے نامور اور اعلیٰ تعلیم یافتہ صاحبان سے یہ سوال کیا اور ان سے جواب طلب کیا۔ اٹھائیس اشخاص کے جواب اُن کے پاس واپس آئے اور سب کے جواب متفرق تھے۔ دو بھی یکساں نہیں تھے اور اُن میں ایک کا جواب یہ تھا کہ جو شخص اپنے آپ کو ہندو بتاتا اور ہندوؤں کی رسوم پر چلتا ہے اُسے ہندو سمجھنا چاہئیے کیونکہ جواب ممکن نہیں۔ وہ ایک ایسی شے ہے جس سے سب لوگ بخوبی واقف ہو سکتے ہیں۔ پس ہم اس مضمون پر کہ مسیحیت کیا ہے غور کریں۔

ایک مختصر لیکن بہت صاف اور مکمل جواب یہ ہے۔ کہ مسیحیت مسیح ہے۔ جب ہم نے یہ کہہ دیا تو گویا سب کچھ بتا دیا۔ مسیحیت کی ساری باتیں مسیح میں شامل ہیں۔ مسیحیت جب دنیا میں آئی تو فلسفہ یا اعلیٰ اخلاق کی صورت میں نہیں بلکہ ایک عظیم شخص کی صورت میں آئی اور وہ شخص خداوند یسوع مسیح ہے۔ کل مسیحیت اُس پر مبنی ہے۔ اُس سے جدا مسیحیت قائم نہیں رہ سکتی۔ بلکہ معدوم ہو جاتی ہے۔ مسیح سے مسیحیت کا تعلق ایسا نہیں جیسا کہ دین اسلام کا تعلق محمد صاحب سے یا بدھ مذہب کا تعلق گوتم سے۔ ان مذاہب کو ہم ان کے بانیوں سے الگ کر سکتے ہیں۔ اور پھر بھی مذہب قائم رہیگا اور قریباً ایسا ہی رہیگا جیسا کہ پیشتر تھا۔ لیکن مسیحیت مسیح سے جدا نہیں کر سکتے جب کسی نے مسیح کو رد کیا تو مسیحیت کو بھی رد کیا۔ اگرچہ مسیحیت الٰہی حقیقتوں کا ایک مجموعہ ہے۔ وہ ایک نئی تعلیم، نیا فلسفہ، ایک نئی عبادت اور ایک نیا اخلاق بھی ہے لیکن یہ سب باتیں مسیح سے باہر کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ وہ سب کی سب ایک ہی حقیقت ہے۔ کہ خداوند یسوع مسیح ہم میں ہیں۔ جب ہم مسیحیت کا ذکر کرتے تو محض مسیحی تعلیم یا عقائد یا عبادات یا رسیت و رسوم سے مراد نہیں بلکہ خود یسوع مسیح سے مراد ہے۔ وہ ہی سب میں موجود ہے۔ بلکہ سب کچھ ہے۔ وہ نہ صرف مسیحیت کا بانی ہے بلکہ وہ مدعا اور مقصد۔ الفا و اومیگا۔ اول و آخر، ابتدا اور انتہا ہے۔ مسیح سے باہر حقیقی مسیحیت کچھ نہیں۔

ہم سب کو معلوم ہے کہ ہمارے خداوند نے خود اس حقیقت پر بہت زور دیا۔ خاصکر یوحنا رسول کی انجیل میں جیسا کہ ذیل کی آیات سے ظاہر ہے:۔

"انگور کا درخت میں ہوں تم ڈالیاں ہو۔ جو مجھ میں قائم رہتا اور میں اُس میں۔ وہی بہت پھل لاتا ہے۔ کیونکہ مجھ سے جدا ہو کر تم کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی مجھ میں قائم نہ رہے تو وہ ڈالی کی طرح پھینک دیا جاتا اور سوکھ جاتا ہے اور لوگ انہیں جمع کر کے آگ میں جھونک دیتے ہیں اور وہ جل جاتی ہے" یوحنا ۱۵: ۵، ۶۔ "زندگی کی روٹی میں ہوں" ۶: ۳۵۔ "دنیا کا نور میں ہوں" ۸: ۱۲۔ "قیامت اور زندگی میں ہوں" ۱۱: ۲۵۔ "راہ اور حق اور زندگی میں ہوں کوئی میرے وسیلے کے بغیر باپ کے پاس نہیں جا سکتا" ۱۴: ۶۔ اور اعمال اور انجیل یا خطوط کی بھی یہی تعلیم ہے۔ مثلاً متی کی انجیل میں یہ لکھا ہے کہ "اے محنت اُٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو میرے پاس آؤ" متی ۱۱: ۲۸۔ پھر لوقا میں یوں لکھا ہے۔

نور افشاں

مطبوعہ ۸ دسمبر ۱۹۲۲ء

یسوع مسیح اپنے آپکو نہیں بچا سکتا

(۱۴) مصلوب مسیح اور مروجہ اسلام

ازروے انجیل خداوند یسوع مسیح آپ کو صلیب پر نہیں بچا سکتا تاکہ آپ کے صلیب پر جان دینے کی تسلیم ہو۔ جب یسوع مسیح کے دوست اور دشمن ہم آواز ہوکر چلاتے آئے ہیں کہ یسوع مسیح صلیب پر مرا۔ ان کو لٹکانا صلیب پر اُس کے دشمنوں نے اس کی زندگی کا خود خاتمہ کیا۔ وہ صلیب کے پاس سے تب گھروں کو گئے تھے جب انہوں نے اُس کی زندگی کے آخری دم کو رخصت ہوتے دیکھ لیا۔ وہاں سے صلیب نیم مردہ چھوڑ کر لوگوں کو رخصت ہوئے تھے۔

مگر اس حقیقت پر چھٹی صدی میں ایک اور گروہ کھڑا ہوا وہ گروہ قرآن عربی اور اس کے معتقد ہیں۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن عربی سے ثابت ہے کہ خداوند یسوع مسیح صلیب دیا ہی نہیں گیا۔ وہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ ایک یسوع مسیح کی صورت شکل کا آدمی پکڑ کر مار ڈالا گیا تھا۔ اور لوگ یہی جو کہتے ہیں کہ یسوع مسیح صلیب دیا گیا وہ صلیب پر مردہ کے مشابہ ہو گیا تھا پر زندہ تھا۔ پس ذیل میں معتقدان قرآن کے معتقدات ہم پیش کئے دیتے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے

(۱) اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی یعنی جب خدا نے کہا اے عیسیٰ بے شک میں تجھ کو مارنے والا ہوں اور اپنے پاس اٹھا لینے والا ہوں۔ عمران۔

(۲) واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا۔ والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا۔ یعنی میں خدا کا بندہ ہوں مجھ کو کتاب ملی ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے نماز کا اور زکوٰۃ کا جب تک کہ میں زندہ رہوں اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے کا اور مجھ کو جبار شقی نہیں بنایا اور مجھ پر سلامتی ہے جس دن کہ مروں گا اور جس دن کہ پھر زندہ ہوکر اٹھونگا۔

(۳) ماقلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شیء شہید۔ جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ سے پوچھیگا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھکو اور میری ماں کو خدا بنا لیں تو حضرت عیسیٰ کہینگے کہ میں نے ان سے نہیں کہا بجز اس کے جس کا تو نے مجھکو حکم دیا تھا کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا اُن پر شاہد تھا پھر جب تو نے مجھکو وفات دی تو تو اُن کا نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ مائدہ

(۴) وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کر ڈالا حالانکہ نہ انہوں نے اُن کو قتل کیا اور نہ انہوں نے اُن کو صلیب دی۔ ولیکن اُن پر صلیب پر مارنے کی شبیہ کر دی گئی اور جو لوگ کہ اس میں اختلاف کرتے ہیں البتہ وہ اس بات میں شک میں پڑے ہیں اُن کو اس کا کچھ علم نہیں ہے بجز گمان کی پیروی کے انہوں نے اُن کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اپنے پاس اُن کو اٹھا لیا ہے۔ نساء۔ قرآن عربی کے یہ چار مقام ہیں جنمیں خداوند یسوع مسیح کی صلیبی موت اور قیامت اور رفع الی السماء کے متعلق آئے ہیں۔

(۵) متقدمین کا صحیح مذہب

یسوع مسیح کی موت کی بابت متقدمین اسلام وہی مذہب رکھتے تھے جو مسیحیوں کا ہے۔ اس مذہب کی تصریح جو کہاں تک پہنچا ہے۔ وہ تفسیر درالمنثور صفحہ ۳۰ پر ابن عساکر کی روایت میں مذکور ہوا ہے جو آیات متوفیک کے ذیل میں ذکر ہوئی ہے۔ اماتہ اللہ ثلاثۃ ایام ثم رفعہ یعنی اُس کو اللہ نے تین دن کی موت دی اور پھر اُس کو اٹھا لیا اپنی طرف۔ روایت کیا اسے ابن عساکر نے۔ اس کے سوا اتقان الناس حضرت ابن عباس نے بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ میں متوفیک کے معنے ممیتک کے روایت کئے ہیں۔

حضرت امام محمد بن اسمٰعیل اپنی صحیح بخاری میں متوفیک کی روایت سورہ مائدہ فلما توفیتنی کے ذیل میں لیے ہے تاکہ ظاہر ہو کہ دونوں مقام پر توفی کے معنے موت کے ہیں۔ امام مالک مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ میں فرماتے ہیں۔ قال اکثر العلماء ان عیسیٰ علیہ السلام لم یمت قال مالک مات یعنی پس اکثروں کے نزدیک تو عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے۔ یہ امام مالک کا قول ہے کہ آپ مر چکے ہیں۔

امام ابو حنیفہ اور اُن کے شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف نیز امام شافعی اور امام احمد حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت امام مالک سے اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا۔ باوجودیکہ ان سے اور ادنیٰ ادنیٰ مسائل میں اختلاف کیا ہے چونکہ سکوت فی موضع البیان کا حکم رکھتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ سب بزرگ مسئلہ وفات مسیح میں امام مالک سے متفق ہیں۔

حاشیہ جلالین صفحہ ۵۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کے صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے وتمسک ابن حزم بظاہر الآیۃ وقال بموتہ یعنی علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر آیت پر تمسک پکڑا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ مر گئے

"علامہ جبائی جو شیعوں میں بڑے عالم ہو گزرے ہیں اپنی تفسیر میں حضرت عیسیٰ کے متعلق فرماتے ہیں وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی انہ امات عیسیٰ وتوفاہ ثم رفعہ اللہ یعنے اس آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو وفات دی اور پھر ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔"

"علامہ ابو العباس احمد بن یوسف بن احمد دمشقی اخبار الدول میں لکھتے ہیں توفی اللہ تعالیٰ عیسیٰ ثلاث ساعات ثم رفعہ الی السماء وھو قولہ تعالیٰ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی الآیۃ یعنے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو تین ساعت مار دیا تھا اور پھر آسمان پر اٹھالیا تھا۔ جب قول خداوندی کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا اور پھر اٹھانے والا طرف اپنی۔

کتاب رد الشبہات مصنفہ مولوی عبد القادر مدراس کے صفحہ ۲۰۴ میں لکھا ہے۔ قول وہب کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو تین ساعت یا تین روز موت دے کر پھر زندہ کر کے اپنی طرف اٹھالیا، و قول محمد بن اسحاق کہ سات ساعت تک موت دے کر زندہ کر کے اپنی طرف اٹھا لیا کہ یہ دونوں قول تفسیر بغوی اور تفسیر کبیر وغیرہا میں لائے گئے ہیں۔

خداوند یسوع مسیح کی بابت یہ مذہب متقدمین کا چلا آیا ہے وہ قرآن شریف کے بعض مقامات سے یسوع مسیح کی صلیبی موت کے اعتقاد کو ثابت کرتے ہیں۔ مگر مروجہ اسلام کے مجددوں نے اس مذہب میں جلد ردو بدل شروع کیا جس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

۳۔ مروجہ اسلام کے مجددوں کی تجدیدات۔

کسی مجدد نے ابن عساکر کا یسوع مسیح کی وفات کی بابت یہ باطل مذہب بیان کیا ہے کہ گویا ابن عساکر یہ بھی مانتے تھے کہ اللہ نے عیسےٰ کو تین گھڑیاں وفات دی پھر آسمان پر اٹھالیا۔ درالمنثور صفحہ ۳۰۰۔ و توفی اللہ عیسیٰ ابن مریم ثلث ساعات من النھار حتی رفعہ الیہ؛

ایک مجدد تھا اُس نے تین گھڑی کی بات گھڑ لی یا بنائی۔ عن اللہ توفی عیسےٰ سبع ساعات ثم احیاہ ایضاً۔ ان مجددوں نے یسوع مسیح کی صلیبی موت کا تو انکار نہ کیا موت کی مدت میں اختلاف پیدا کر دیا۔

۴۔ مروجہ اسلام کے دوسرے مجددوں نے یسوع مسیح کی صلیبی موت کا ہی انکار کر دیا ہے۔ اس مذہب کے معتقد مانتے ہیں کہ یسوع مسیح بغیر جسم خاکی کی موت کے زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اُن کی شکل کا ایک اور آدمی جسے چشم زدن کے عرصہ میں خداوند یسوع مسیح کا ہمشکل بنا دیا تھا لوگوں کی گرفت میں آگیا اسے انہوں نے صلیب دے کر مار ڈالا اور وہ کہتا تھا کہ میں یسوع مسیح نہیں ہوں۔ اس اعتقاد کے تمام مجدد اس علامت کے ماتحت ہیں۔ چنانچہ خداوند یسوع مسیح سے پہلے بھی کئی تھے۔ جو اس مذہب کے معتقد ہیں وہ قرآن شریف کی آیات منقولہ سے یسوع مسیح کی موت کی نفی کے ہی معنے لیتے ہیں۔

۵۔ سر سید احمد خاں مرحوم کی تجدید۔

یسوع مسیح کی صلیبی موت کی بابت جو مذہب نمبر ۴ کا مروجہ تھا اس کی تجدید سر سید مرحوم نے یوں اضافہ کی ہے۔ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم بالموتی یعنے خداوند اُس کو انہوں نے صلیب دی ولیکن وہ اُن کے لئے مشابہ بالموتی ہو گیا۔

۶۔ اس پر مرزا غلام احمد قادیانی نے یوں تجدید کی ہے۔
کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا تھا . . . بلکہ غشی کی حالت ہو گئی تھی جو مرنے کے مشابہ تھی ریویو آف ریلیجنز بابت ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰ اور یہودیوں نے مسیح کو غشی کی حالت میں دیکھ کر سمجھ لیا کہ فوت ہو گیا صفحہ ۳۳۲ سخت غشی کی حالت اور حقیقی موت میں امتیاز کرنا اس قدر مشکل امر ہے کہ اس زمانہ میں ایک ڈاکٹر بھی غلطی کھا سکتا تھا صفحہ ۲۰۹ اور تمام واقعات خدا نے اس لئے ایک ہی دفعہ پیدا کر دیئے۔ تاکہ مسیح کی جان بچ جائے۔ اس کے علاوہ مسیح کو غشی کی حالت میں کر دیا کہ ہر ایک کو مردہ معلوم ہو صفحہ ۳۳۲۔

خداوند یسوع مسیح کی صلیبی موت کی بابت مروجہ اسلام کے مجددوں کی تجدیدات کا یہی خلاصہ ہے جو ہم پیش کر چکے ہیں۔ ان مجددوں میں آخری مجدد مرزا صاحب ہیں۔ آپ کے خیال پر مختصر عرض کرنا ضروری ہے۔

اول یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ "مسیح صلیب پر نہیں مرا تھا" وہ صلیبی واقعات پر مبنی نہیں ہے یسوع مسیح پر جو کچھ صلیب پر گذرا اُس میں سے ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ نکل سکے کہ یسوع مسیح صلیب پر نہیں مرا تھا۔

مسیح صلیب پر نہیں مرا تھا کا دعوےٰ واقعات قبر پر مبنی ہے۔ بلکہ یسوع مسیح پر جو کچھ گذرا اُن واقعات پر مرزا صاحب نے یہ دعویٰ کیا کہ "مسیح صلیب پر نہیں مرا تھا"۔ یہ مرزا صاحب نے دنیا کو بڑا مغالطہ دیا ہے کہ آپ نے اپنے اس دعوے کو واقعات قبر سے الگ کر کے واقعات صلیب پر چسپاں کر دیا۔ جو اکمل مرزا صاحب کی حق پوشی کا ثبوت ہے۔

دوم۔ مرزا صاحب اس بات کو تسلیم کر گئے ہیں کہ یسوع مسیح صلیب پر حالت غشی میں مبتلا ہو گیا۔ وہ غشی ایسی سخت تھی جس نے اسے مردہ کے مشابہ بنا دکھایا تھا۔ پس یسوع مسیح کو صلیب پر ایسی غشی میں مبتلا کر کے جو مردہ کے مشابہ ہو جس میں اور حقیقی موت میں امتیاز کرنا نہ صرف عام لوگوں کے لئے مشکل ہو۔ بلکہ ڈاکٹر لوگوں کے لئے بھی دشوار ہو۔ جس غشی میں یسوع مسیح کو پاکر اُس کے دشمن اُس کے مردہ ہونے کا یقین کر جائیں اور پھر یہ کام اللہ کا کیا ہوا ہو۔ دنیا پر یہ بتلانا کہ مسیح صلیب پر مرا نہ تھا؛ ایک دروغ اور بے فروغ ہے۔ جو قیامت تک حق ثابت نہیں ہو سکتا۔ پس جو واقعات صلیب



مرزا صاحب نے خود تسلیم کئے ہیں ان سے ہرگز صلیب پر یسوع مسیح کی عدم موت ثابت نہیں ہو سکتی۔

سوم۔ خداوند یسوع مسیح مسیحیوں کے عقیدہ میں بھی صلیب پر ہمیشہ کے لئے نہیں مرا تھا جس کی زیادہ سے زیادہ موت ۴۰ گھنٹے کی موت مانی گئی ہے۔ اس کے بعد اس کی قیامت تسلیم کی گئی ہے۔ یسوع مسیح کے نزدیک جس موت کا نام مرزا صاحب شبہ بالموت رکھ گئے ہیں انہیں معانی کی موت کو موت مانا جاتا تھا۔ اگر سرسید اور مرزا صاحب نے یسوع مسیح کی صلیبی موت کا نام شبہ بالموت رکھا ہے تو اس میں مسیحی عقیدہ سے مخالفت کی کوئی صورت نمایاں نہیں ہو سکتی جب تک اس تشابہت اور موت میں کوئی فرق کر کے نہ دکھایا جائے۔

چہارم۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ موت عام و خاص میں جسے موت کہا جاتا اس کا مفہوم ہی نامعلوم ہے۔ اگر اس کا کچھ بھی مفہوم ہو تو صرف شبہ بالموت ہونے کا ہی ہے۔ کیونکہ آج تک کوئی بشر ایسا نہیں جو موت کی ماہیت سے واقف و آگاہ ہو۔ ہمارے علم میں درحقیقت موت کا مفہوم ہی کچھ نہیں۔ اگر کچھ ہے تو صرف اس قدر کہ ہمارے علم و آگاہی میں جب کوئی شخص ان لوگوں کی مثل ہو جاتا ہے جن کو ہم نے دفناتے یا جلاتے دیکھا ہے تو ہم ایسے شخص کو مردہ کہا کرتے ہیں۔ اس کے سوا موت کوئی شے ہی متحقق نہیں۔ ہر ایک شے ہر روز مرتی ہوئی زندہ رہتی چلی جاتی ہے پس ہم موت کو نہیں جانتے جسے لوگ موت کہتے ہیں وہ درحقیقت ایک اصلی تبدیلی ہے جبکہ موت کی بابت ہم اس کے سوا کچھ جانتے ہی نہیں۔ اور نہ جان سکتے ہیں۔ تو ہم مرنا شبہ بالموت ہونے کو ہی کہہ سکتے ہیں۔ مرزا صاحب نے صلیب پر یسوع مسیح کو اگر شبہ بالموت مانا ہے تو اس مشابہت کے معنے صلیبی موت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے ہیں۔

پنجم۔ مرزا صاحب کے دعوے کا شاہد یسوع مسیح کا ذکر کوئی دوست ہے نہ دشمن ہے۔

یسوع مسیح کا صلیب پر شبہ بالموت ہو کر نہ مرنا ایک ایسا دعویٰ ہے جو یسوع مسیح کے ان دوستوں اور دشمنوں کی شہادت پر مبنی نہیں ہے جو بروقت صلیب حاضر تھے باوجود واقعہ صلیب سے لے کر آج تک متواتر چلے آتے ہیں۔

آپ کے اس دعویٰ کی بنیاد واقعہ صلیب سے چھ سو برس بعد کی تحریر ہے جسے قرآن عربی کہا جاتا ہے۔ اول تو یہ تحریر صلیب کے وقوعہ کے اس قدر بعد کی تحریر ہو کر کسی سلیم العقل انسان کے نزدیک صلیبی وقوعہ کی گواہ ہی نہیں ہو سکتی جو ۶۰۰ برس امر واقعہ کے بعد وجود میں آئی ہو۔ اگر اس کو بھی مرزا صاحب کے شاہد کی اس کے دعویٰ کی شہادت میں قبول کر لیا جائے تو وہ مسیحیوں کی بائبل کے واقعات کا اکیلا شاہد نہیں ہے۔ بائبل کے مقابل کس عذر میں جو بائبل میں مذکور ہو چکا ہے قرآن عربی کی بائبل کے موافق شہادت مطلوب ہے وہ بائبل کے خلاف بول ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ من و عن بائبل اور انجیل کا مصدق ہے۔ لہٰذا اپنا قرآن جو سرسید اور مرزا صاحب نے یسوع مسیح کی عدم موت کی بحث پیدا کی ہے۔ وہ قرآن عربی کی تعلیم کی رو سے پیدا نہیں ہو سکتی ہے۔

اگر کہا جائے کہ قرآن عربی بائبل کا مکذب بھی ہے تو ہم ایسے قرآن عربی کے متن کو جعلی اور مصنوعی متن کہینگے۔ جو قرآن کی اور حضرت کی کے دشمنوں نے قرآن عربی کے متن میں اضافہ کیا ہے ایسے متن سے کسی جزو سے مرزا صاحب کا دعوے ثابت کرنا غیر مطلوب ہے۔

اس کے سوا قرآن عربی مسیحیوں کے عقاید کی اور مسیحیوں کی تائید و تصدیق کا مجموعہ ہے۔ وہ ان کی سچائی اور صداقت کا شاہد ہے۔ لہٰذا مسیحیوں کی شہادت کا انکار کر کے قرآن عربی کو صلیب پر یسوع مسیح کی عدم موتی کا شاہد بنانا انتہا درجہ کا فریب اور دغا ہے جسے مرزائی اصحاب نہیں سمجھتے ہیں پس ہمارا یہ مطلب ہے کہ مرزا صاحب کے دعوے کا شاہد قرآن عربی ہے جو انجیل کے خلاف شہادت دے ہی نہیں سکتا۔ اگر دے تو وہ سچا گواہ نہیں رہتا۔ لہٰذا مرزا صاحب کے دعوے زیر بحث کا کوئی شاہد نہیں ہے۔ اس لئے آپ کے کل دعاوی حق کے درجہ سے گرے ہوئے ہیں۔

جو کچھ اختصاراً یسوع مسیح کی موت کی بابت مروجہ اسلام کے متعلق دکھائے گئے ہیں۔ ان سے یہی حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ ابتداء میں یسوع مسیح کی موت کی آپؐ حضرت محمد اور قرآن عربی کا وہی مذہب تھا جو مسیحی مانتے آ رہے ہیں۔ لیکن حضرت محمد کی وفات کے بعد مروجہ اسلام کے سرسید صاحب جیسے اور مرزا صاحب جیسے مجددوں نے وہ مذہب بنا دیا جو بیان کیا گیا ہے جس کے باطل ہونے میں کیا کوئی شبہ نہیں ہو سکتا ہے۔

مشرقی خادمان دین

کئی دفعہ ہم اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ مغربی روش اور طریق کے خادمان دین ہندوستان میں مسیحی خدمت کو عمدگی سے انجام دے سکتے ہیں مغربی انتظام کلیسیا بھی ہندوستان کے لئے مفید نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ ان باتوں میں سچائی ہو کیونکہ ان باتوں کو ہمارے مغربی صاحبان بھی ایک حد تک درست تسلیم کر چکے ہیں۔ وہ مغربی انتظام کلیسیا کی بہت حمایت نہیں کرتے ہیں وہ مغربی طریق پر خدام کلیسیا کو اب تک تیار کر رہے ہیں جو اس طریق تعلیم پر لوگ اعتراض کرتے ہیں لیکن کامیاب جواب پیش نہیں کرتے ہیں۔ وہ اپنا کام کئے جاتے ہیں مگر ہم ہندوستانی مشرقی صورت و شکل کے خدام تیار کرنے کی فکروں میں ہیں۔

مشرقی خادمان دین کے متعلق بعض اصحاب رائے دے رہے ہیں۔ وہ مشرق کے ایک ہندو سادھو کو نمونہ کا دینی خادم سمجھتے ہیں جو گھر بار چھوڑ کر رشتہ داروں کے رشتوں سے قطع تعلق کر کے تجرد اور فاقہ کشی

بہتا نہیں ہوگا کسی مدرسہ کے اعلیٰ سند سے تعلیم یافتہ مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کی خدمت انجام دیتا پھرے۔ دیگر مسیحیوں کو اُس کی جسمانی ضروریات کی موافقت کے لئے ایک بہت اہم خرچ کرنا پڑتا ہے۔ گویا ہمارے بعض مسیحی اصحاب اب ایسے خادمانِ دین طلب فرماتے ہیں جو دنیا سے قطعی بیگانہ ہوں کہ پیاس سردی گرمی کے احساس سے محروم ہوں جو اس دنیا کی تمام نعمتوں کو بالکل ترک کر چھوڑیں اور اُس کی لذتیں اُن کے لئے پھر ادنیٰ ہوں جو ایسے دین کے خادم نہیں ہیں تو ہمارے ہندوستانی مسیحی ان کو دین کے خادم تسلیم کریں گے۔ ورنہ اُن کو کھاؤ اور گنہگاروں کے دوست خیال فرمائیں گے۔ گویا کہ بعض مسیحی صاحبان نے مسیحی دین کے خادم کی تعریف مسیحیت کے مطابق نہیں بلکہ ہندو مذہب کے مطابق کی ہے۔

ہم معزز ناظرین نورافشاں کے غور و فکر کے لئے یہ ضروری خادمانِ دین کا مسئلہ پیش نظر کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس پر نہایت سوچ و بچار کر لکھا جائے۔

سادھو سندر سنگھ لاہور میں

ناظرین کو معلوم ہے کہ مشہور و معروف مسیحی سادھو سندر سنگھ یورپ کا دورہ کر کے خیر و عافیت سے پھر ہندوستان واپس تشریف لے آئے۔ گرمیوں کے ایام پہاڑ پر خدمت کر کے اب میں میں آ گئے ہیں۔ اور پنجابی دوستوں اور مسیحیوں میں خداوند کی خدمت انجام دیتے پھرتے ہیں۔ لاہور آنے سے پیشتر آپ امرتسر ٹھہرے۔ وہاں کے حالات پھر کسی خبر میں معزز ناظرین کو سنائیں گے۔ مورخہ ۲۰ و ۲۱ نومبر ۱۹۲۲ء کے دنوں میں آپ لاہور تشریف فرما تھے۔ اتوار کے روز شام کو فورمن کرسچن کالج ہال لاہور میں آپ نے خدا کا پیغام سنایا۔ یورپین اور ہندوستانی اصحاب سے ہال بھرا تھا۔ حاضرین کو پیغام سے کمال فرحت حاصل ہوئی۔

صرف یہ تو یہ کہ دوران آپ نے اپنے دوستوں سے ملاقات کرنے میں صرف کیا۔ ہم سے بھی ملاقات ہوئی۔ یورپ کے سفر اور کام کے حالات پوچھے گئے۔ جوابوں سے معلوم ہوا کہ آپ کی یورپی خدمات سے لوگوں کو کثیر فائدہ پہنچا ہے۔ آپ سوئٹزرلینڈ، جرمنی، ڈنمارک، سویڈن، ناروے انگلینڈ میں پہنچے۔ ان ممالک میں آپ نے مسیحیت میں لوگوں کو مضبوط پایا۔ آپ کی روس میں بھی بلاہٹ ہوئی مگر وہاں نہیں جا سکے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ گو یورپ میں مسیحیت کی بابت لوگ اختلاف رائے رکھتے ہوں پر وہ لوگ مسیحیت سے بالکل دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔ یورپ میں امریکہ کی نسبت مسیحیت کی جڑ زیادہ گہری اور مضبوط ہے۔ یورپی ممالک میں بڑے بڑے مسیحی موجود ہیں جو یورپی اقوام کی گویا ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یورپ میں مسیحیت مر رہی ہے وہ بالکل جھوٹی افواہیں اُڑاتے ہیں جن کو حقیقت کا علم نہیں ہے۔

خادم کلیسیا

نورافشاں کے گذشتہ نمبر میں اردو کلیسیا کی آمد کی خوشخبری شائع کر دی پائے تھے کہ نورافشاں کے دفتر میں آج دھڑے سے خادم کلیسیا آ موجود ہوا۔ آپ کا خیال میں آنے کی دیر تھی کہ ننھا منا ہستی وجود میں آ موجود ہوا۔ ہم تو سمجھے تھے کہ یہ اردو کلیسیا ہو گی۔ پر خادم کلیسیا نکلا۔ خوب رہا۔ اس نو زاد خادم کے لئے ہم کلیسیا کو مبارکباد کہتے ہیں۔ پادری احمد شاہ شائق صاحب کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جو ہر طرح سے قابل قدر ہے مقاصد کی تفصیل سے کوئی نقطہ نہیں چھوڑا۔ تمام مقاصد آ گئے ہیں۔ پرچہ دو ورقہ ہے۔ لباس روشنی ہے۔ ہر قسم یو پی کی کلیسیاؤں کا خادم ہے۔ روشن سے ناآشنا پنجاب مد نظر نہیں رکھا گیا۔ البتہ روح کے لباس میں اعلیٰ درجہ کی اردو [illegible] ہے۔ پرچہ ہوں گے مضامین [illegible]۔ مدیر کا نصب العین [illegible] سے سکول کا سبق خصوصاً آمد کا اور خاص مضامین کو خدا نے خالق پر بعدہ سوال و جواب نکلتے ہیں۔ ہم نورافشاں کے جملہ ناظرین سے خادم کلیسیا کی خریداری کی سفارش کرتے ہیں۔ چھپائی اور کاغذ اعلیٰ ہے۔ قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک پیشگی عہ ہو گی۔ پادری احمد شاہ شائق صاحب کانپور سے طلب فرمائیں۔

ہندوستانی مسیحیوں کی مالی حالت

ہندوستانی مسیحیوں کا شمار ۲۷ لاکھ کا بتلایا گیا ہے۔ وہ شمار کے اعتبار سے شاید چوتھے درجہ پر پہنچ گئے ہیں۔ تعلیمی طور سے ہندوستانی مسیحی غالباً تیسرے درجہ پر ہوں گے۔ پر مالی طور سے ہندوستانی مسیحی ہند کی غریب تر گروہ شمار کئے جا سکتے ہیں۔

ان میں تعلیم یافتہ اصحاب تو قریباً سب کے سب ملازمت پیشہ ہیں۔ مگر ان کی تعداد کم ہے۔ بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو ناخواندہ اور صنعت و حرفت سے ناآشنا اور مزدوری پیشہ ہیں۔ اس وجہ سے لوگوں میں بھی گو مروج ہیں۔ پر وہ عام طور سے غریب ہیں وہ محض اپنے غیر مسیحی آقاؤں کی مہربانی سے گذر اوقات کر رہے ہیں۔ پر حقیقت میں ان کی مالی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ اُن میں نہ صرف صنعت و حرفت کا کوئی استاد نہیں بلکہ خود لوگوں میں نئے پیشے سیکھنے کی رغبت بھی نہیں ہے۔ گو وہ مسیحی کہلاتے ہیں پر آبائی کام کو چھوڑ کر دوسرے کام کی طرف رجوع کرنا ان کے نزدیک ایک مکروہ سمجھا جاتا ہے۔

اس کے سوا اگر کوئی ہمت کر کے تجارتی کاروبار کی طرف رجوع بھی ہوتا ہے تو سرمایہ نہ ہونے کے سبب سے وہ اپنے کام کو دیر تک چلا نہیں سکتا۔ اگر چلاتے بھی ہیں تو چونکہ اُن کے مال کو خریدنے والے

مسیحی نہیں ہوتے غیر مسیحی ہی ہوتے ہیں تو مال کا تمام نفع وہ ہضم کر جاتے ہیں اور وہ شخص کورا رہ جاتا ہے۔

اگر یہ دیہاتی مسیحی شہروں میں آکر چپراسی وغیرہ کا کام تلاش کرتے ہیں تو ان کا شہروں میں کام بنتا نہیں کیونکہ وہ شہری آبادی کی نسبت والیوں کے اور ان کے قابل نہیں ہوتے اس وجہ سے ان کو صرف غیر مسیحی کام نہیں دیتے بلکہ مسیحی بھی مسیحی نوکروں کو رکھتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ بلا وجوہ ان سے بیگار ہی سے تنگ رہتے ہیں۔ عرصہ تک فاقہ ہوتے ہیں ہم جو مسیحیوں کی توجہ کو ہندوستان کے مسیحیوں کی مالی حالت کو سدھارنے کی طرف پھیرتے ہیں تو اول تو [illegible] کا فرض کی خدمت میں اپیل کرتے ہیں کہ مسیحیوں کی مالی حالت کو بہتر بنانے کے لئے سرتوڑ کوشش فرمائے۔ صرف قرار داد سے فائدہ نہیں کوئی اعلیٰ کام سوا کرنے سے جاری ہو۔ تعلیم دے میں ایک قرار داد اس مضمون کا بھی پاس کرکے تمام مشنوں کے پاس روانہ کرے کہ آئندہ کو مشنری سوسائٹیاں اپنے کارندوں کو صرف دینی علم رکھنے والے میدان خدمت میں بھیجیں۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی ہنر سکھا کر میدان خدمت میں بھیجا کریں کہ وہ مسیحیوں کو صرف دینی تعلیم دے سکیں بلکہ ان کو کوئی نہ کوئی ہنر بھی سکھا سکیں کہ جس کے وسیلے سے مسیحی اپنی روزی بھی کما سکیں۔

مساتیر

اس مضمون کی پہلی قسط میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ کل مساتیر کو مساتیر متعلقہ عہد عتیق و مساتیر متعلقہ عہد جدید میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اب ہم مساتیر متعلقہ عہد عتیق سے شروع کرتے ہیں۔ مساتیر مذکورہ کے دو حصے کرکے بیان کریں گے۔ اول مساتیر معروف۔ یعنی وہ مساتیر جو اکثر انگریزی پروٹسٹنٹ بائبل کے متن سے الگ اور اس کے بعد بعض طبعوں میں چھاپے جاتے ہیں۔ دوم دیگر مساتیر متعلقہ عہد عتیق

مساتیر معروف۔ مساتیر معروف میں ذیل کی کتب وتحریرات وغیرہ شامل ہیں:۔ ۱۔ عزرا کی تیسری کتاب ۲۔ عزرا کی چوتھی کتاب ۳۔ طوبیاس ۴۔ یودیت ۵۔ استر کی باقی آستر ۶۔ حکمت ۷۔ ابن سیراخ ۸۔ باروخ ۹۔ [illegible] ۱۰۔ اضافۂ دانیل ۱۱۔ دعائے منسی ۱۲۔ مکابیوں کی پہلی کتاب ۱۳۔ مکابیوں کی دوسری کتاب۔ رومن کیتھولک بائبل اور پروٹسٹنٹ بائبل میں یہ فرق ہے کہ مساتیر معروف کی کل کتابیں وغیرہ رومن کیتھولک بائبل میں شامل ہیں مگر ۱۔ دعائے منسی ۲۔ عزرا کی تیسری کتاب اور ۳۔ عزرا کی چوتھی کتاب کے۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے یہ کل تحریرات پروٹسٹنٹ بائبل سے خارج ہیں۔ علماء نے مساتیر معروف کو اعلیٰ حیثیت سے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے مثلاً یعنی نمبر [illegible] اور ۳ قسم اول یعنی اعلیٰ مساتیر کے نام سے موسوم ہیں جو یہود فلسطین کے ادبیات میں شامل رہیں باقی سب قسم دوم یعنی ثانوی مساتیر کے نام سے موسوم ہیں جو یونانی مائل یہودیوں کے ادبیات میں شامل ہیں۔

عزرا کی تیسری کتاب۔ جہاں تک علم ہے یہ صرف ایک صحیفہ عزرا سے منسوب ہے۔ مگر رومن کیتھولک بائبل میں عزرا کی کتاب کا نام عزرا کی پہلی کتاب ہے اور نحمیاہ کی کتاب کا نام عزرا کی دوسری کتاب ہے۔ بعض امور کا فرق ہے یونانی ترجمہ ہفتاد میں عزرا کی تیسری اور چوتھی کتابیں بھی داخل ہیں۔ لیکن مسیحیوں نے بالعموم اس کو الہامی تسلیم نہیں کیا۔ عزرا کی تیسری کتاب میں یہودیوں کے ملک کنعان میں آنے اور شاہ فارس کی اجازت سے از سر نو ہیکل تعمیر کرنے کا بیان ہے۔ پس اس کے مضامین زیادہ تر کتاب کی عزرا، نحمیاہ اور تواریخ کی دوسری کتاب سے ماخوذ ہیں۔ البتہ ایک قصہ اس کے ساتھ مخصوص ہے یعنی یہ کہ دارا شاہ فارس کے دربار میں تین یہودی نوجوان خادم کی حیثیت سے حاضر رہا کرتے تھے۔ ان تینوں میں مقابلہ ہوا اور ان میں سے ایک یعنی زروبابل کے غالب آنے پر شاہ موصوف نے خوش ہو کر بطور انعام یہ اجازت دی کہ یہودی ملک فلسطین کو واپس جائیں اور عبادت کے لئے از سر نو ہیکل تعمیر کریں۔ اس کے تصنیف کے متعلق اختلاف رائے ہے۔ [illegible] ق م اور [illegible] کے درمیان کسی وقت لکھی گئی ہے۔

عزرا کی چوتھی کتاب۔ عزرا کی چوتھی کتاب [illegible] قسم کے کشفات ہے۔ اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ کتاب پہلی صدی عیسوی کے آخر کی تصنیف ہے۔ لیکن زبان کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اصل عبرانی میں تھی اور بعض یونانی بتاتے ہیں۔ تراجم میں علی الترتیب یکے بعد دیگرے لاطینی۔ سریانی اور حبشی ترجمے زیادہ معتبر سمجھے جاتے ہیں۔ لاطینی میں سولہ باب ہیں۔ باقی تراجم میں [illegible] ہیں۔ یعنی دو شروع کے اور دو اخیر کے۔ تیسرے باب سے لیکر چودھویں باب تک سات رویا ہیں۔ پہلی تین رویتوں میں بعض مسائل دینی کا بیان ہے۔ مثلاً تحقیق علم [illegible] مسئلہ جبر و اختیار عدل الٰہی وغیرہ۔ اگلی تین رویتوں میں قوم یہود کا مستقبل بیان کیا ہے۔ یعنی یہ کہ [illegible] بالآخر مسیح موعود کے ذریعہ یہودیوں کے دشمنوں کا صفایا ہوگا۔ اور اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل کا [illegible] ساتویں رویا میں اہل یہود کی وہ مشہور و معروف روایت درج ہے کہ جب کلام مقدس کے صحائف جاتے رہے تو ان کے مضامین خدا نے عزرا پر الہام فرمائے حتیٰ کہ چالیس دن میں [illegible] وہ ۹۴ کتابوں کو عبادت لکھاتا رہا جن میں کلام خدا (عہد عتیق) کے چوبیس صحف معروف کے علاوہ ستر کتابیں اور مخفی تحریریں آئیں جو کہ پوشیدہ رکھی گئیں اور خدا نے کہے

ے عہد عتیق کے صحیفوں کو یہودی ۲۴ شمار کرتے تھے اس کی بابت مضمون "قانون عہد عتیق" مندرجہ [illegible] مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۲۲ء میں کر چکے ہیں۔

وقتاً فوقتاً حسبِ ضرورت ظاہر ہوتی رہینگی۔

طوبیاس۔ طوبیاس کی کتاب مذہبی ناول ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ افسانہ کی اس طرز کے موجد یہودی ہیں۔ کتاب مذکورہ کو یہودیوں نے کبھی قانون میں داخل نہیں کیا۔ البتہ رومن کلیسیا نے ۱۵۴۶ء میں اس کو الہامی تسلیم کر لیا تھا چنانچہ رومن کیتھولک بائبل میں شامل ہے۔ تصنیف کے متعلق اعتبار رہنے کا اختلاف رائے ہے۔ ۳۵۰ ق م اور ۳۰۰ء کے درمیان کی بہت سی تاریخیں پیش ہو چکی ہیں۔ مقام تصنیف مصر فلسطین یا ایران تھا۔ خاص خیالات کے بموجب کتاب جس عالم کی ہے۔ ابتدا میں ذکر ہوا ذرا کتاب میں اس طرح کے ساتھ نہیں کیا جیسا کہ طوبیاس میں ہے۔ پس ممکن ہے کہ یہ کتاب آیندہ کے خیالات کے زیر اثر لکھی گئی ہو۔ غرض تحریر یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہودیوں کو روزہ کی اور خیرات دینے اور مُردوں کو دفن کرنے کی تاکید کی جائے۔

یودت۔ یودت کی کتاب ہفتاد اور رومن کیتھولک بائبل دونوں میں شامل ہے۔ یہ کتاب غالباً دوسری صدی عیسوی میں بزبان عبرانی لکھی گئی تھی۔ مختصراً اس میں یہ بیان ہے کہ بخت نصر بادشاہ اسور نے ایران کو فتح کرنے کے بعد ان مغربی قوموں پر چڑھائی کی جنہوں نے جنگ ایران میں اس کی مدد نہیں کی تھی۔ یہودی جو ابھی حال ہی اسیری سے واپس آئے تھے زیادہ خطرہ میں تھے جب بخت نصر کے ایک جرنیل نے یہودیوں کے مقام بیتولیہ کا محاصرہ کیا تو کوئی صورت رہائی کی نہیں تھی۔ اُس وقت ایک حسین اور صاحب تقویٰ یہودی بیوہ جس کا نام یودت تھا نے چالاکی سے جرنیل موصوف کو قتل کر کے اپنی قوم کو تباہی سے بچا لیا۔ جس کا حال اس کتاب میں ہے۔

اضافہ آستر۔ اضافۂ آستر سے مراد وہ عبارات ہیں جو اصل کتاب پر بعد میں بڑھائی گئیں۔ اضافہ کی عبارات عیسائیوں کے زمانہ کی تصنیف معلوم ہوتی ہیں۔ اصل کتاب عبرانی ہے۔ اضافہ کی عبارات یونانی میں لکھی گئیں جو سپٹوجنٹ ترجمہ ہفتاد میں ہیں جبکہ زبان یونانی ہوا یہ عبارتیں بوقت ترجمہ شامل کر دی گئیں۔ الحاق کی حد کر دی ہے مجموعی ۲۷۰ آیات میں سے ۱۰۷ الحاقی ہیں۔ عبارات مذکورہ کے بڑھانے والوں نے اپنے خیال میں اصل کتاب کی تکمیل کی ہے۔ کیونکہ اس قصہ میں مذہبی عنصر کی کمی تھی۔ ترجمہ ہفتاد میں الحاقی آیات اصل متن میں جا بجا پھیلی ہوئی تھیں۔ لیکن مقدس جیروم نے اپنے ولیگیٹ ترجمہ میں جملہ آیات ایک جگہ کر کے اصل متن کے آخر میں لگا دیں۔ اسی وجہ سے یہ آخر کی عبارت غیر مربوط ہو گئی ہے۔ اگر چہ ناظرین رومن کیتھولک بائبل میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

حکمت کی کتاب۔ حکمت کی کتاب از قسم حکمیات ہے۔ یہ کتاب یونانی زبان میں لکھی گئی تھی اور غالباً پہلی صدی ق م کی تصنیف ہے۔ نفس مضمون کے اعتبار سے کتاب مذکور کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلے حصہ میں بالخصوص حکمت و دانش کا مضمون ہے۔ عدل الٰہی پر زور ہے اور بقائے روح کا بیان واضح طور پر کیا گیا ہے۔ دوسرے میں اہل یہود کے ابتدائی تجربات بحیثیت خدا کی برگزیدہ قوم ہونے کے درج ہیں۔ بجائے انصاف کے شان رحیمی پر زور ہے اور بقائے روح کے عقیدہ پر صرف ایک جگہ حوالہ ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی فرق ہے کہ پہلا حصہ کتاب کے طور پر لکھا گیا ہے۔ اور دوسرے حصہ میں خدا سے خطاب ہے۔ خواہ یہ دونوں حصے ایک شخص کے لکھے ہوئے ہوں خواہ دو کے۔ مگر اتنا تو صرف ظاہر ہے کہ راقم شہر اسکندریہ کا باشندہ تھا۔

(باقی دارد)　　　　عابد مسیح۔

کرسمس نمبر کے مضامین بہت جلد دفتر نور افشاں میں بھیج دینے چاہئیں۔　　　　مینیجر نور افشاں۔

سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے

کسی زمانہ میں کوئی بادشاہ برسر سلطنت و زینت تخت تھا۔ آپ خراب خانہ خراب کے اس قدر دلدادہ اور شیدا تھے کہ اس کے ذکر سے الفت رگ جان اور شغل انگشت بدنداں ہے۔ آپ ایک روز حسب دستور معمول افروز تخت تھے کہ جناب کا وزیر جو عقل کا پتلا اور زمانہ کی گرم و سرد ہوا کا مزا چکھے ہوئے تھا حسب معمول حاضر ہوا۔ چونکہ وزیر موصوف کو سلطنت کی بہتری و بہبودی کا فکر دامن گیر رہتا تھا آپ نے اثنائے گفتگو میں ہزاروں دفعہ بادشاہ کو سمجھایا تھا کہ شراب جناب عالی کے لئے اور حضور کی رعایا کے لئے نہایت ہی مضر چیز ہے۔ نیز یہ بھی کئی دفعہ بادشاہ پر روشن کر دیا گیا تھا کہ جب تک آپ اس کو بالکل ترک نہ کریں گے آپ اپنی سلطنت کی بہتری و بہبودی کو اس وقت تک مفقود سمجھے۔ اور اگر کچھ عرصہ اس بری لت سے بغلگیر ہوئے رہے تو ضرور نظام سلطنت چند دن کا مہمان سمجھے۔ یہ خیالات اُن کے پریشان دماغ میں دورہ کر رہے تھے اور وہ ان میں ایسے محو ہو رہے تھے کہ کسی اور خیال کو اُن کے نازک دماغ میں گھسنے کی جگہ نہ تھی۔ چنانچہ روز روز ان خیالات کے ہاتھوں تنگ آکر دربار کو خیرباد کہہ کر سیدھے گھر چلے گئے۔ اور جلدی سے ایک شراب کی بوتل بغل میں دبا کر دوسرے کوٹھے کے راستے سے اُسے پوشیدہ کر کے دربار واپس چلے آئے۔ بادشاہ نے وزیر کی بغل اُبھری ہوئی دیکھی تو زور سے چلا کر کہا کہ اے وزیر تمہاری بغل میں کیا ہے۔

وزیر (حسب دستور خمیدہ ہو کر) جہاں پناہ شیر ہے۔

بادشاہ (ہنسنے کی ترنگ میں) تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے؟ کہیں شیر ببر بھی انسان ضعیف البنیان

کی بغل میں سما سکتا ہے؟ (ناراض ہوکر) تم مجھ سے تمسخر کرتے ہو۔ سچ بتاؤ تمہاری بغل میں کیا ہے ورنہ تیری گردن اور میری تلوار ہے۔

وزیر (سہمی گی سے) بادشاہ سلامت تا ابد زندہ رہ۔ تیرے غلام کی بغل میں گدھا ہے۔

بادشاہ (متعجب اور غضبناک ہوکر) کیا خبط الحواس کا دیو سر پر سوار ہے۔ ارے عقل کے دشمن کہیں گدھا بھی اس قدر چھوٹا ہوکر بغل میں سما سکتا ہے؟ میں تجھے بڑا دانا اور عقلمند سمجھتا تھا۔ مگر معلوم ہوا کہ یہ میری غلط خیالی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے دماغ میں کچھ فتور پیدا ہوگیا ہے۔ سچ بتاؤ تمہاری بغل میں کیا ہے؟

وزیر (جھک کر) اے ظل الٰہ اور ہمارے ملک کی قسمت کے مالک۔ خاکسار کی بغل میں طوطا ہے۔

بادشاہ (طیش میں آکر) طوطے کو ہمیں دکھاؤ!

جب بادشاہ نے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو وزیر صاحب نے فوراً شراب کی بوتل بغل میں سے نکال بادشاہ کے سامنے میز پر رکھ دی۔

بادشاہ (آگ بگولا ہوکر) یہ تو شراب لذت شباب کی بوتل ہے۔ تم نے اس کو شیر ببر کیوں کہا؟

وزیر۔ اے بادشاہ باکمال۔ صورت و سیرت کے بے مثال۔ آپ کے غلام نے اس مطلب کو مدنظر رکھتے ہوئے اس شراب خانہ خراب کی بوتل کو شیر ببر کے نام سے موسوم کیا ہے کہ جب اس کا نشہ انسان عقل سے قرار لیتا ہے تو فساد جنگ کا سامان تیار کرلیتا ہے۔ اور تیار ہو جاتا ہے۔ کہ شیر ببر ہوکر لوگوں پر حملہ آور ہو۔ اور مفید جانوروں کا شکار کرے۔ کیونکہ اس کی آنکھیں غیظ و غضب سے پہلے ہی آگ کا شعلہ بنی ہوئی ہوتی ہیں۔

الغرض ایسے ناقابل شنید ظلم اس کے ہاتھ سے سرزد ہوتے ہیں جن کا مرتکب شاید شیر ببر بھی نہ ہو سکے۔

جناب ہمارے ملک کی قسمت کے مالک ہیں۔ اگر آپ اس چیز کا استعمال کرینگے تو آپ کے اس بندہ نے رعیت کیوں اس خیر پوشیدہ نہ ہوگی۔

بادشاہ (خوش ہوکر) شاباش اے وزیر عاقل میں آج سے اس شراب خانہ خراب کو بیشہ کے شیر پکارتا ہوں۔ مگر گدھے سے شراب کو کیا نسبت ہے؟

وزیر۔ اے سایۂ خدا۔ اس سے غلام کا یہ منشا تھا۔ کہ شراب نوش جب شراب کے نشہ میں غرق ہوجاتا ہے تو گدھا اور انسان مساوی ہوجاتے ہیں۔ جس طرح گدھا لایعقل سمجھا جاتا ہے اسی طرح اس وقت انسان بھی لایعقل گردانا جاتا ہے۔

بادشاہ۔ تم نے آخری دفعہ شراب کو طوطا کہا تھا۔ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟

وزیر۔ جہاں پناہ۔ جس طرح شرابی طوطے کی طرح اچھے بھلے الفاظ جن کا مطلب وہ نہیں جانتا ہے رٹتا ان کے محل وقوع کا اسے کچھ علم نہیں ہوتا وہ استعمال کرتا ہے۔ اسے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ یہ لفظ یہاں استعمال کرنا واجب ہے یا نہیں۔ اسی طرح شرابی طوطے کے الفاظ بغیر کسی قسم کی جھجک۔ ورد کا وقت کے استعمال کئے چلا جاتا ہے خواہ ان سے کسی کی تحقیر ہو یا کوئی سلسلہ شیریں بیانی۔ میں ہوا بھائی نہ اُسے کسی بزرگ کی عزت کا پاس ادب ہوتا ہے اور نہ کسی اور کی عزت کا کچھ خیال۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ شراب کا گھونٹ گلے سے اترتے ہی عزت کو خیرباد کہنے کا سبق پڑھا دیتا ہے۔

بادشاہ۔ اے دانا وزیر میں اس تمہاری ہوشیاری پر فخر کرتا ہوں۔ اور تمہارا تہ دل سے شکر گذار ہوں کہ تم نے مجھے اس مہلک شے کے پنجے سے چھڑا لیا۔ میرے لئے دعا کریں تا زندگی کبھی کسی نشے کا شکار نہ ہوؤں۔

مندرجہ ذیل نسخے سے شراب حقہ

چرس وغیرہ وغیرہ نشے صرف ایک خوراک کے استعمال سے ہی روپوش ہوجاتے ہیں۔

نسخہ۔ پرہیز کی بوتل کو نیچے والی گھرل میں گھرل کیجئے پھر حسب خواہش کے باریک رومال میں چھان لیجئے۔ بعد ازاں گھرل کرتے کرتے چند بوندیں عرق استقلال کی بھی ڈالئے۔ تاکہ خشک نہ ہو جائے اور اگر خشک ہونے کا اندیشہ ہو تو ساتھ ساتھ عرق غیرت بھی ڈالتے رہئے۔ تاکہ نرم رہے۔ بعد ازاں ایمان رہبر و حق کے ہاتھوں سے بمقدار اقرار مراد گولیاں بنائیں اور ہر روز بوقت صبح ایک گولی حق خوف خدا اور شربت نیکی کے ساتھ کھالیا کریں۔ انشاء اللہ تمام قسم کے نشے کے امراض دُم دبا کر بھاگ جائینگے۔

پرہیز۔ ناامیدی کی دوستی سے پرہیز کیجئے۔

خوراک۔ خشک امید کو بھی تمنا کے دودھ کے ساتھ ملائیے اور شیریں خواہش رحمی مقدار میں ڈالئے اور نوش فرمائیے۔

ماسٹر ہدا سنگھ۔ گھنہ۔

خبریں

تاریخی زمانے سے پیشتر کا آدمی یا بجالو

محققین اب تک زمانہ ماضی کے گذرے حالات کی تحقیق و تفتیش میں سرگرم ہیں۔ وہ انسانی نسل کی ماہیت سے آگاہ ہونے کے درپے ہیں۔ ابھی حال ہی میں امریکہ میں کسی جانور کا ایک دانت ملا ہے اس پر چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ دانت ایسے بندر کا ہے جو معلوم بندروں سے بھی مختلف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ دانت قدیم زمانہ کے [illegible]

لاہے کوئی کہتا ہے کہ یہ دانت ایسے آدمی کا ہے جس
میں انسان اور گوریلا وغیرہ جانوروں کے خواص پائے
جاتے تھے۔ مگر حیوانات اور حیوان سلطنت کرنے والی
سوسائٹی پھر بھی گم ہی۔

گذشتہ اتوار کے روز کہ۔ پیرس میں محکمہ چونگی کے
افسر نے کوکین پکڑنی مقصد سے بڑی دیر ساڑھے
بارہ بجے کے قریب یہ افسر ایک سٹیمر کو دیکھ رہا تھا۔
اس پر ایک چینی کو کچھ ایسی حرکت کرتا معلوم ہوا جس
سے اس افسر کو شبہ ہو گیا کہ اس آدمی کے پاس ضرور
کوئی قابل گرفت چیز ہے۔ جب وہ چینی اور اس کے
ساتھ اور دو چینی بھی جہاز سے نیچے اترے تو اس
افسر نے ان کو روک لیا۔ جب ان سے پوچھ پاچھ کی
گئی تو شور مچانے لگے۔ اور اپنا سامان دکھانے
سے انکار کرنے لگے۔ آخر ان کا پول کھل گیا۔ ایک
کے پاس ۱۵ اونس کوکین نکلی جو ۱۵۰۰ روپیہ قیمت کی
تھی۔ دوسروں کی تلاشی لی گئی۔ تو ان کے پاس ۱۰ اونس
کوکین نکلی جو ۱۰۰۰ روپیہ کی تھی۔ سب گرفتار کر لئے
گئے ان پر مقدمہ چلیگا۔

اکسفورڈ ۳۰ نومبر کی خبر ہے کہ زمانہ حال
کی نہایت عجیب خیز دریافت جو مصر میں ہوئی ہے وہ
لارڈ کارنروں ایک مشہور کھدائی کرنے والے اور
مسٹر ہاورڈ کارٹر کی دریافت ہے۔ جو انہوں نے
تھیبس کی کھدائی کرتے ہوئے کی ہے۔ انہوں نے
راسیس ششم کی قبر کے نیچے نہایت عالیشان شاہی
محل پایا ہے۔ جو تین ہزار برس سے بنی نوع انسان
کی نگاہوں سے غائب تھا۔ اس میں کاٹ شدہ کوچز
دئے گئے ہیں۔ جن پر بڑی کا کام کیا ہوا ہے اور
جن پر قیمتی پتھر جڑے ہیں۔ اور بہت سے صندوق
دستیاب ہوئے ہیں جن پر کام کیا گیا ہے ایک
نہایت اعلیٰ نقش کا تخت بھی ملا ہے۔ اور کرسیاں
ملی ہیں جن پر بادشاہوں کی تصویریں اور بیش قیمتی پتھر
سے جڑے ہوئے ہیں۔ سینکڑوں قیمتی اشیا ہیں جو کسی وقت
شاہی محل کی آرائش تھیں۔ چونکہ ان کی پوری فہرست
شائع نہیں ہوئی۔ جب ان چیزوں کی پوری فہرست
مکمل تیار ہو۔ دنیا دنگ ہو جائیگی۔

سرکاری اعلان ہے کہ پنجاب گورنمنٹ کی تعلیم
وزارت نے حال ہی میں مندرجہ ذیل اضلاع اور
میونسپل کمیٹیوں کے حدود میں تعلیم لازمی کر دی ہے
مثلاً ضلع منٹگمری کی تحصیل اوکاڑا کی میونسپل کمیٹی کے
حدود میں ضلع لائل پور میں ٹانڈلیانوالہ میونسپل کمیٹی
کے حدود میں ضلع شیخوپورہ میں۔ گجرات میں۔ ضلع مظفرگڑھ
ساحل پور میں ضلع ملتان کے شجاع آباد میں ضلع لائلپور
کے مندرجہ ذیل سکولوں کے حدود کے اندر بھی تعلیم لازمی ہوگئی
ہے۔ مثلاً مرکز ذیل ہیں۔ اور اٹک میں بستی ۲۸۔
چک نمبر ۲۵۸-۲۹۱-۳۰۳ و ۳۱۶ و ۴۱۵ و
۱۰ جی بی اسپیال سکول کے حدود میں۔ مبارک
سکول کے حدود میں۔ چک نمبر ۲۲ سے ۳۰۷ جی
بی کے سکولوں کے حدود میں۔ دکھنڈ گوجر سکول کے
حدود میں چک نمبر ۹ کے سکول کے حدود میں کوٹ
محمد شاہ سکول کے حدود میں۔ کاموں کے سکول
کے حدود میں۔

یہ بھی سرکاری اعلان ہے کہ صوبہ بہار سنگھ زبی
جتھے دار اب بالکل رہا ہو آزادی ہے آپ کی بابت
جو خبر اس کے خلاف ہوگی وہ غلط افواہ ہوگی۔

سابق وزرائے یونان کو گولی کا نشانہ بنایا گیا
ہے۔ جو شمار میں پانچ تھے۔ اس فعل کو تمام مہذب دنیا
نے کراہیت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

پیرس ۲۸ نومبر کی خبر ہے کہ فرانس جرمنی
سے تاوان کی وصولی کے لئے سخت بے قرار ہے وہ
عنقریب جرمنی پر سخت و شدید کاروائی کرنے کو تیار ہے
جس سے لندن میں بھی کچھ تشویش پیدا ہو گئی ہے۔

قاہرہ ۲۹ نومبر کی خبر ہے کہ مصر کی وزارت
مستعفی ہو گئی ہے۔ بادشاہ کی زغلولیوں سے
ہمدردی ہے۔

مارسیلز ۲۹ نومبر کی خبر ہے کیپ انڈیا
ہوٹل کے قریب ایک گودام میں آگ لگ گئی جس میں
۲۰۰۰ بورے کپڑا کے جل گئے۔ ۲۰۰۰۰۰ فرنک
کا نقصان ہو گیا۔

لاسین ۲۹ نومبر کی خبر ہے کہ صلح کی کانفرنس
میں ترکی اور یونانیوں نے ایک دوسرے سے
ہرجانہ تاوان جنگ کا مطالبہ کیا ہے جو طرفین میں سے
کوئی بھی ادا نہیں کر سکتا۔

پشاور ۲۸ نومبر کی خبر ہے محسودوں نے فوجی گشتی
کیمپ پر حملہ کرکے گھس جانے لگے اور دوسرے
موقع پر حملہ کرکے دیہات کی بہت سی چیزیں اٹھا
لے گئے۔

ضرورت

اگر کسی انڈسٹریل سکول میں کارپینٹری ٹیچر کی ضرورت
ہے تو خبر دیں۔ کام جو سکول میں کام سیکھا ہے۔ اور
میو سکول آف آرٹ لاہور کا سند یافتہ ہے۔ اور ڈرائنگ
بھی جانتا ہے۔ اور بہت ہوشیار ہے۔ اور اس کی
بیوی نے مڈوائف ٹرننگ لاہور کا پاس کیا
ہے۔ اگر اس کی بھی ضرورت ہو تو خبر دیں۔ خط و
کتابت انہیں سے کریں جو ماسٹر پی۔ ڈی۔ لعل شاہ
ایس۔ پی۔ جی مشن گوڑگانوں ہونی چاہئے۔

المشتہر

پادری سمر سنگھ۔ ایس۔ پی۔ جی مشن

گوڑگانوں

(یہ مضمون صفحہ ۹ سے آگے ہے) اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنی ماں اور بیوی اور بچوں اور بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دشمنی نہ کرے، میرا شاگرد نہیں ہو سکتا۔ لوقا ۱۴: ۲۶۔

اور پولس اپنی مسیحیت کا بیان اس طرح سے کرتا ہے کہ میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا ہوں اور اب میں زندہ نہ رہا بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے۔ اور میں جو اب جسم میں زندگی گذارتا ہوں تو خدا کے بیٹے پر ایمان لانے سے گذارتا ہوں جس نے مجھ سے محبت رکھی اور اپنے آپ کو میرے لئے موت کے حوالہ کر دیا۔ گلتیوں ۲: ۲۰۔ اور ایک دوسری جگہ میں یہ لکھا ہے کہ زندہ رہنا میرے لئے مسیح ہے اور مرنا نفع۔ فلپیوں ۱: ۲۱۔

آجکل ہندوستان میں بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسیح کی تعلیم ہم کو پسند ہے۔ ہم بھی اس کو قبول کرتے ہیں۔ لیکن مسیح کو خدا کا بیٹا اور دنیا کا نجات دہندہ نہیں جانتے وہ محض ایک استاد ہے اور استادوں میں سے سب سے بڑا اور سب سے اچھا ہے۔ ان کے خیال میں مسیحیت یہ ہے کہ اس کی تعلیم کو مانیں اور اس کے نمونہ کی پیروی کریں لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ مسیحیت نہیں۔ پولس کی مسیحیت سے وہ پورا مسیح مراد ہے جسے ہم نے اس سے پیشتر دکھایا۔ جو کامل خدا اور کامل انسان ہے۔ وہ مخلصی دینے والا ہے۔ اور مُردوں میں سے جی اٹھنے والوں میں پہلوٹھا تاکہ سب باتوں میں اُس کا اول درجہ ہو۔ اور جب ہم مسیح کی اس عظمت کو گھٹا دیتے اور اُس کو محض استاد اور مرشد سمجھتے ہیں تو مسیحیت کی عظمت بھی گھٹ جاتی ہے اور اُس کا جاہ و جلال اور اُس کی جان و قوت اُس سے جاتی رہتی اور وہ رفتہ رفتہ یہاں تک کمزور اور ناقص ہو جاتی ہے کہ کسی کام کے لائق نہیں رہتی۔ وہ نہ دنیا کی خواہشوں پر غالب آ سکتی اور نہ اپنے آپ کو محفوظ اور قائم رکھ سکتی ہے۔ فرقی ایڈیشن۔

سوسائٹی اور یونیٹیرین کے حال سے یہ بات بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ ہم مسیح کی تعلیم کو سچ سمجھ نہیں رکھتے حقیقی مسیحیت مسیح ہے۔ اور وہ اس میں موجود ہے اور سب کچھ ہے۔ اور ہندوستان میں ہم کو اسی مسیحیت کی ضرورت ہو۔

(باقی آئندہ) — خادم ایچ سی۔ [illegible]

تقریظ

بقامت کہتر بقیمت بہتر

لیاں یہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

جناب پادری احمد شاہ صاحب کتابی [illegible] کا بستہ چھوٹا سا رسالہ موسومہ **خداوند مسیح کے اٹھنے کا تواریخی اور معجزانہ ثبوت** میرے مطالعہ میں آیا بلا مبالغہ یہ چھوٹی سی کتاب [illegible] میں جان آگئی واقعی رسالہ قابل دید ہو خصوصاً اسلئے کہ اس کے مصنف ذی وقار جناب [illegible] کو حضرات واجب الاحترام بزرگ جناب پادری جے سیکیس صاحب فتح آبادی ہیں جو اس رسالہ کا منطقی ... نوشتہ تقطیع پر صرف ۴۰ صفحوں کا ہے اس سال میں بلقصد ایک ہزار جلد مشن پریس الہ آباد میں چھاپا گیا ہے قیمت معلوم نہیں مگر یہ کہ سے مردہ عالم قیمت خود گفتہ شیخ بلاکی کہ از زبانی مطبوعہ مضامین جنہ جنہ رسالہ پڑھ کر معلوم ہوئے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ اور اس سے کیا جا سکتا ہو کہ اس کے مصنف ذی وقار خود قدر و قیمت میں ہم مسیحیوں کے نقطہ نظر سے دلی اور ... ہیں کہ ایسی جگہ میں ہم اتنی بات اور بڑھانا چاہتے ہیں کہ جب خداوند یسوع مسیح کی وہ زندگی جو اُس نے انسانی لباس میں پرورد گار دنیا پر ظاہر کی ہو وہ اس کے اپنے نہیں بلکہ دوسروں کے واسطے ہے وہ بعض خود غرض ہے جس کی لوگ نقل اتار سکیں۔ بلکہ وہ زندگی کے کل شعبوں میں ایمان لانے والوں کے واسطے ایسی ہی ضروری اور لازمی ہے جیسے خدا کی خاص اپنی زندگی اپنے لئے۔

وہ پیدا کیا تو ایمانداروں کیواسطے وہ مرگیا تو ایمانداروں کیواسطے وہ جی اٹھا تو ایمانداروں کیواسطے اسکی دنیوی زندگی کی کل ترتیب بڑھنا قد و قامت اور رتبہ میں ترقی کرنا یہ سب کا پایا اس پر ایمان لانے والوں میں وہی اثر پہنچاتی ہیں جو کسی درخت کی زندگی جڑ سے تنہ میں اور تنہ سے ڈالیوں میں اور ڈالیوں سے پتیوں اور پھلوں میں اور ان میں ایسے بیج کا اثروں میں سے جی اٹھنا ایسا ہے جیسا کہ اُس کے ایمانداروں کا قبروں میں سے جی اٹھنا۔ غرضیکہ ایک کی بات دوسرے پر صادق آمد ہوتی ہو بقول مرحوم مغفور۔

اگر بگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

مقدس پطرس رسول فرماتے ہیں کہ اس کو انہوں نے کاٹھ پر لٹکا کے مار ڈالا اسی کو خدا نے تیسرے دن اٹھایا اور اُسے ظاہر ہونے دیا نہ ساری قوم پر بلکہ ان گواہوں پر کہ آگے سے خدا کے چنے ہوئے تھے یعنی ہم پر جنہوں نے اُس کے جی اٹھنے کے بعد اس کے ساتھ کھایا اور پیا۔ اعمال ۱۰: ۳۹-۴۱۔ پس اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ تاریخی اور معجزانہ ثبوت سے ملا اور افضل ہم مسیحیوں میں اس زندگی کی شریعت کا عمل ہے جو روحانی طور پر مردوں اور شہید میں اپنی زندگیوں سے اُنکے ایمان لانے والوں تک پہنچاتے ہیں۔ اعمال ۱۳: ۳۱۔ وہ لوگ جو اس معجزانہ زندگی پر ہو بحث کر سکتا اعتراض کرتے ہیں۔ اُنہیں خود اپنی ہستی پر غور کرنا چاہئے۔ کیا وہ بھی معجزانہ ایک طرح کے طریق پر بنی نہیں ہے دیکھو جبل شیراز کی شاعری کرتا ہے۔

بسوخت آدمی شد قطرہ آب۔ کہ چہل روز تیغش قرار گرفت وگر چہل سالہ را عقل و ادب نیست بہ تحقیقش نشاید آدمی خواند

پس جیسے ہم کا جال ہو اُسکی کو احوال کر دا اس معجزانہ زندگی پر جو اپنے ایمان لانے والوں کیواسطے سر چشمہ ہے جو مسیح نے مُردوں میں سے جی اُٹھکر تیار کی اعتراض کرے۔

چونکہ آجکل ہر ایک ایسے دور میں گذر رہے ہیں جو مرہم [illegible]

حالت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس زندگی کی اسے سخت ضرورت ہے جو خداوند نے اپنی صلیبی موت کے وسیلے سے ان مُردوں میں سے اٹھ کر قریب پانسو بھائیوں میں رونما کی پہنچائی۔

بس پادری صاحب کا رسالہ عین وقت پر اسی ضرورت کے رفع کرنے کے واسطے شائع کیا گیا ہے۔ ہم سفارش کرتے ہیں کہ اس ہمیشہ کی زندگی کے چاہنے والے بذریعہ درخواست پادری صاحب موصوف سے بمقام فرخ آباد طلب فرمائیں۔ خداوند مسیح اس رسالہ اور اس کے مصنف اور اس کے پڑھنے والوں پر اپنی برکت نازل فرمائے۔ آمین۔

کیہ انا فقہ منت مسکینہ گمز ہجوری
از کانپور۔

بیئرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پرفضا اور وسعت افزا مقام پر واقع ہے جس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان۔ لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجاگھر جماعتوں کے لئے موزوں کمرے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہے لہٰذا اطلاع کی جاتی ہے کہ داخل ہونے والے طلباء پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر

پرنسپل بیئرنگ ہائی سکول
بٹالہ ضلع گورداسپور

مخزن مسیحی

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی اور پندرہ تاریخ کو زبان انگریزی اور رومن اُردو دو الگ الگ شائع ہوتا ہے اس میں کلیسیائی خبریں اور کرسچن اینڈیا کے مضامین اور سنڈے سکولوں کے سبق شائع ہوتے ہیں۔ سالانہ چندہ حسب تفرقہ خریداران ایک روپیہ سے تین روپیہ تک ہے۔ نمونے کا پرچہ پادری سی ایچ میڈی بی اے ایس سی ایڈیٹر و مینیجر مخزن مسیحی لکھنؤ یو۔ پی سے طلب کر سکتے ہیں۔

کرسچن بک سٹور لودھیانہ

اُردو کی پہلی کتاب	۲	سوامی پنجابی پرائمر	۱ر
" دوسری "	۳	تیرہ باسہ اسلام میں مسیح	۱ر
صحت جسمی اور تربیت	۱	ینابیع الفرقان	۲ر
سفر التخلیق		ویدوں کی اصل	۳ر
مراد المستقیم		دس سوال	۳ر

المشتہر: مینیجر کرسچن بک سٹور لودھیانہ

دستور العمل نور افشاں

سالانہ قیمت ہندوستان کے حدود کے اندر — ۳ر
" غیر ممالک سے — ۴ر
قیمت ہر حالت میں پیشگی لی جائیگی۔

شرح اُجرت اشتہارات

مقدار اشتہار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
کالم کا ۱/۴ حصہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چوتھائی کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
پورا کالم	[illegible]	[illegible]	۱۳
پورا صفحہ	۱۳	[illegible]	۱۳۳

سہ ماہی سے کم عرصہ کے لئے ہر ایک اندراج فی سطر ۲ر لیکن کسی اشتہار کے لئے ۲ روپیہ سے کم نہ لیا جائیگا

یوئنگ کرسچن ہائی سکول لودھیانہ

۱۸۷۵ء سے قائم ہے

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصہ سے جاری ہے۔

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل ۱۹۲۲ء سے لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بہتر ہو گیا ہے۔

شرح خوراک لوئر پرائمری میں فی طالب علم پانچ روپیہ اور اپر پرائمری سے اوپر تک سات روپیہ ماہوار ہے۔

کلاس فیس سرکاری کالج ہے۔ متفرق اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار فی طالب علم اور کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں تمبر کا فرنیچر مثلاً میز کرسی الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں لڑکے ہاسٹل سے باہر گھر کو رول سے تک۔ مزید حالات پرنسپل صاحب سکول سے دریافت ہو سکتے ہیں

مژدہ

مینیجر نور افشاں کی طرف سے مشتہر کیا جاتا ہے کہ کوئی خریدار ایک نیا خریدار خود بنا کر اس کا پتہ مینیجر کے دفتر میں بھیج دیوے اور ان کے نام پر نور افشاں کم از کم ایک سال کے لئے جاری کرا دیوے تو ایسے خریدار کو ایک ماہ مفت اخبار دیا جائیگا۔

المشتہر

مینیجر نور افشاں

نور افشاں کو قلمی امداد سے ہرگز فراموش کیجئے۔

پادری ڈبلیو بیٹ کلارک صاحب ایم۔ اے مینیجر نور افشاں فیروزپور روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پرنٹر چھپا۔